بیاد بہ مجلس شیخ الحدیث

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور مولانا کمال الدین کا تذکرہ

یکم جون ۸۵ء بعد العصر حسب معمول حاضر خدمت ہوا، ملاقاتیوں اور مہمانوں کا ہجوم تھا۔ ادھر دارالعلوم کے مدرس مولانا اسیداللہ صاحب تبلیغ میں چلّہ لگا کر واپس تشریف لائے تھے۔ اور اب وہ بھی حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث نے دریافت فرمایا۔ کدھر تشکیل ہوئی تھی۔ انہوں نے عرض کیا بنوں اور سیالکوٹ وغیرہ۔

ارشاد فرمایا۔ سیالکوٹ تو ایک تاریخی شہر ہے۔ ایک زمانہ میں اس کا علمی شہرہ آفاق میں پھیلا ہوا تھا۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی یہیں کے رہنے والے تھے۔ آپ شاید ان کی مسجد میں بھی حاضر ہوئے ہوں گے۔

عرض کیا جی ہاں! وہاں حاضری دی تھی۔ وہاں حاضر ہونے پر ایک خاص کیف، سکون اور ایمانی بہار محسوس ہوتی تھی۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۸ھ) کا مزار بھی یہاں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ ہاں مولانا کمال الدین (متوفی ۱۰۱۷ھ) کی مرقد بھی یہیں ہے۔ یہ وہی علامہ کمال الدین ہیں جو علامہ سیالکوٹی کے بھی استاد ہیں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے بھی استاد ہیں۔

مولانا اسیداللہ نے عرض کیا حضرت! چالیس روز کے تبلیغی سفر میں جگہ جگہ علماء، فضلاء، مدرسین، شرفاء اور معززین سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ جب انہیں معلوم ہوتا کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ سے نسبت ہے تو سب بے تابانہ آپ کا دریافت فرماتے۔ آپ کی صحت کے لئے دعائیں کرتے، سب آپ کو سلام کہتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے

حضرت مدظلہ نے جواباً علیک وعلیہم السلام پڑھا اور سب کے لئے دعا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے ورنہ میں تو لیس بشئی ہوں۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے راستہ میں قبول فرمالیا۔ آپ کا تبلیغی سفر ہر لحاظ سے مبارک ہے۔ پھر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا شہر دیکھنا اور ان اسلاف کے مرقدوں پر حاضری دے کر دعائے مغفرت کرنا، یہ تو نور علیٰ نور رہا۔

غائبین کی دلجوئی کا فکر

یکم جولائی ۸۵ء۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ذاتی ڈاک لے کر جب دفتر اہتمام میں حاضر ہوا تو آپ اضیاف، دور سے آنے والے مہمانوں، اساتذہ وطلبہ اور مخلصین ومعتقدین کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے۔

مہمانوں میں علماء اور فضلاء کے علاوہ ایک فوجی کرنل جناب ارباب لشکر خان صاحب بھی حاضر خدمت تھے۔

جب حضرت مدظلہ نے دور سے مجھے دیکھا اور میرے ہاتھ میں فائل پر نظر پڑی تو اشارہ سے اپنے قریب بلایا دائیں جانب اپنے پہلو میں بٹھا کر آج کی تازہ ڈاک بھی سنتے رہے اور مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو بھی رہے۔ کل کی ڈاک کے بیسیوں سے زائد جوابات تھے سنے، جوابات پر دستخط ثبت فرمائے۔ مجھے حیرت تھی کہ شدید مصروفیت اور حاضرین کی مکمل دلجوئی کے ساتھ ساتھ خطوط بھیجنے والے غائبین کی دلجوئی کرنا بھی غالب رہی۔ اور فرمایا۔ کل کی ڈاک کا کام زیادہ تھا۔ ممکن ہے تعجیل کی وجہ سے لفافوں پر پتے لکھنے میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ بیسیوں سے زائد خطوط کے جوابات سننے کے ساتھ ساتھ ہر لفافے پر پتے بھی چیک فرماتے رہے۔

بعض مہمانوں نے فقہی نوعیت کے مسائل دریافت کئے۔ تو مفتی غلام الرحمٰن صاحب کو بلایا۔ اور ان کی موجودگی میں مسائل کا جواب دیتے رہے۔ فرمایا، ہمارے دارالافتاء میں کئی مفتی حضرات کام کرتے ہیں جب بھی مسائل درپیش ہوں تو اوقات کار میں دارالافتاء تشریف لا کر اپنے مسائل کا جواب حاصل کریں۔

جب حاضرین کے سوالات کی کثرت کام میں مخل ہونے لگی تو مفتی صاحب موصوف کو ہدایت کی۔ کہ وہ حاضرین کی تشفی کریں۔ تاکہ دیگر اہم امور آ[illegible]

فقہی مسالک اور سلاسل تصوف ایک ہی تالاب کی مختلف نہریں ہیں

فوجی کرنل کا نام لشکر خان تھا۔ نام معلوم ہونے پر ارشاد فرمایا۔ ماشاء اللہ، اسم بامسمیٰ ہیں۔ نام بھی لشکر خان ہے اور بارہ سو فوجیوں کا لشکر بھی ماتحت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو لشکر اسلام بنا دے۔ آمین

کرنل ارباب لشکر خان نے عرض کیا۔ حضرت! اللہ پاک نے گذشتہ روز خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپؐ نے خواب میں ارشاد فرمایا۔ دیکھو! سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ ایک چیز ہیں۔ قادریہ اور چشتیہ ایک چیز ہیں۔ قادریہ، چشتیہ ایک چیز ہیں۔ یعنی تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا۔

حضرت شیخ۔ جی ہاں! سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ ایک ہی تالاب کی دو مختلف نہریں ہیں۔ دونوں کا مرکز اور مخزن ایک ہے۔ پانی ایک ہے صرف راستے جدا جدا ہیں۔ دوسرے سلاسل تصوف اور مختلف فقہی مذاہب کا بھی یہی حال ہے۔ حنفیت، شافعیت، حنبلیت اور مالکیت، یہ سب ایک ہی تالاب کے متعدد اور مختلف نہریں ہیں۔ علوم نبوت کے تالاب سے سب کو پانی پہنچتا ہے۔ سب اسی ایک پانی سے دنیا کی سیرابی کرتے ہیں صرف راستے جدا ہیں۔ مقصد بھی ایک ہے۔ بعض لوگ دانستہ طور تصوف کے ان سلسلوں اور فقہی مذاہب کو فرقہ واریت پر حمل کر کے دنیا کو گمراہ کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

بیعت عقبۂ ثانیہ اور حضرت عباسؓ

۶ رجولائی ۸۵ء۔ استاذی المحترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سینٹ کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد روانہ ہوئے اور جاتے ہوئے چند ایک مضامین میرے حوالے

گئے کہ احقر انہیں دیکھ کر کاتب الحق کے حوالے کر دے۔

مضامین دیکھے، ایک مضمون کا عنوان تھا "بیعت عقبۂ ثانیہ اور حضرت عباس"

عنوان کھٹکا، مضمون دیکھا تو واقعاتی اور تاریخی اعتبار سے صاحب مضمون نے حقائق کو جھٹلانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ حسب معمول عصر کو حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مجلس فیض و افادہ میں حاضر خدمت ہوا ڈیرہ، بنوں، چارسدہ اور چترال کے بعض قدیم فضلاء اور دارالعلوم کے بعض طلبہ بھی حاضر خدمت تھے۔ حضرت مدظلہ نے احقر سے دارالعلوم سے متعلق بعض ضروری حال احوال دریافت فرمائے اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ ماہنامہ الحق کے کاتب کے لئے مضامین کے مسودات وغیرہ بھی موجود ہیں کہ اس کا کام چل سکے؟ احقر نے عرض کیا کہ الحق کے لئے مضامین کے مسودات حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے میرے حوالے فرمائے تھے وہی کاتب کے حوالے کر دئے ہیں البتہ ایک مسودہ ایسا بھی ہے جس کا مضمون مجھے کھٹک رہا ہے وہ کاتب کے حوالہ کرنے سے روک دیا۔ فرمایا کیا مضمون تھا۔ احقر نے عرض کیا مضمون میں حضرت عباس رض کا بیعت عقبۂ ثانیہ میں شرکت کا انکار کیا گیا ہے۔ اور مضمون نگار نے لکھا ہے کہ "ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت عباس بیعت عقبۂ ثانیہ کے وقت موجود نہیں تھے۔ حضرت عباس کا بنو عباس کا جد امجد ہونے کی وجہ سے عباسیوں کی حکومت کے دوران آپ کی فضیلت کے قصے گھڑ لئے گئے۔ اور کتابوں میں درج کر دئے گئے۔ آخر کس بنا پر رسول اللہ ؐ انہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ جب کہ ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض موجود تھے۔ جو ہر حال میں ان سے رتبہ و مقام میں بڑھ کر تھے۔

مضمون نگار لکھتا ہے حضرت ابوبکر رض جیسے اکابر کو محض پہرے دار کی حیثیت سے ٹرخا دیا جائے اور جناب عباس رض کو ان کا ڈائریکٹر اور آں حضور ؐ کا کفیل اور وکیل بنا دیا جائے وغیرہ تو یہ قرین قیاس نہیں ہے۔

تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ایام حج میں حضرات انصار کے تقریباً ۷۰ افراد مکہ معظمہ آئے اور انہوں نے عقبہ کے مقام پر حضور ؐ سے ملاقات کی اور آپ ؐ کو مدینہ منورہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ اس موقعہ پر آپ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباس رض بھی موجود تھے۔ حضرت عباس نے انصار سے خطاب بھی کیا کہ اگر مدینہ منورہ میں آپ واقعۃً حضور ؐ کی حفاظت اور نصرت میں جان نثارانہ کردار ادا کر سکتے ہیں؟ پھر تو ہجرت کا معاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم اپنی جان و مال اور عزت و آبرو اور اولاد سے بڑھ کر آپ ؐ سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ ؐ کی حفاظت کریں گے وغیرہ۔

حضرت شیخ الحدیث نے مزید فرمایا

اب جو لوگ بیعت عقبہ میں ان کی شرکت کا انکار کرتے ہیں تو جیہہ کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ ان کا بحیثیت مسلمان شریک ہونے سے انکار ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت عباس اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے لیکن مطلق شرکت سے انکار، ایک حقیقت اور واضح ترین صداقت کا انکار ہے۔ اسی راستے اور اسی طرز انکار سے دین

کے احکام، اسلام کے تاریخی حقائق اور عظیم صداقتوں کے انکار کی راہ کھل جائے گی۔ اگر یہ بنیاد بنالی جائے کہ عباسیوں کو خوش کرنے کے لئے سیرۃ اور تاریخ کی اہم ترین کتابوں میں حضرت عباسؓ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے بیعت میں ان کی شرکت کا واقعہ گھڑ لیا گیا۔ پھر تو ہجرت، نظریہ ہجرت، بیعت عقبہ اور اہم تاریخی واقعات کا آسانی سے انکار کیا جا سکتا ہے۔

میرے خیال میں صاحب مضمون کو دھوکہ ہوا ہے۔ یا وہ قصداً کسی نئے فتنہ کی بنیاد رکھنے اور امت میں ایک نیا شوشہ برپا کرنے والے کسی بڑے ہاتھ کے اشارہ پر چل رہے ہیں۔ اسی دوران مہمان آتے رہے۔ حضرت مدظلہ ان سے مصافحہ بھی کرتے رہے اور بحث بھی جاری رکھی اور ارشاد فرمایا۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق جو صحابیت کے اعلیٰ ترین مقام و رتبہ پر فائز ہیں انہیں تو اس معاہدہ میں شریک نہیں کیا گیا جب کہ حضرت عباس جو رتبہ کے لحاظ سے ان کے ہم پلہ نہیں ہیں بلکہ ابھی تک مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے، انہیں معاہدہ میں شریک رکھا گیا۔ اور بقول مضمون نگار وہ حضورؐ کے ڈائریکٹر بن کر معاہدہ میں ترجمانی کرتے رہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں۔

میرے خیال میں مضمون نگار کو یہاں بھی دھوکا ہوا ہے یا وہ قصداً دوسروں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ قدرے تامل اور کشادہ ظرفی سے کام لیں تو یہ کوئی ایسا اشکال نہیں جسے قابل اعتنا سمجھا جا سکے۔

حضرت عباسؓ تو پیغمبرؐ کے چچا ہیں۔ جو شفقت و محبت اور بزرگی کے لحاظ سے بمنزلہ آپ (والد) کے ہیں۔ باپ کی عدم موجودگی میں چچا کو خاندانی بزرگ سمجھا جا سکتا ہے۔ بیعت عقبہ میں انصار سے ایک معاہدہ تھا۔ عام اصول اور عرب کے معروف قاعدہ کے مطابق معاہدات کے نقض و ابرام کا استحقاق خاندانی افراد نسبی اقارب اور رشتہ دار کنبے کے بزرگ افراد کو حاصل ہوتا ہے۔ جو اس میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور نہ غیر خاندانی اور نسبی لحاظ سے دور کے افراد کی ایسے معاہدات میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔

"تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کی کئی ایک نظیریں بھی موجود ہیں مثلاً

ہجرت کے نویں سال جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحاج بنا کر چند اہم اعلانات ــــ ان کے حوالہ کئے کہ آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کرے گا۔ کسی کو عریاناً (ننگے ہو کر) طواف کرنے کی اجازت نہ ہو گی وغیرہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روانگی کے بعد صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت! عام طور پر اہل عرب کا اصول یہ ہے کہ وہ حاکم یا امیر کے نسبی خاندانی اور عصبہ رشتہ دار کو معاہدات کے نقض و ابرام میں اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس کے اعلانات کو قابل قبول سمجھتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابوبکر آپ کے خاندانی عصبہ سے نہیں ہیں اس لئے لوگ ان کے اعلانات کو قابل اعتنا نہیں

سمجھیں گے ۔ بہتر ہوگا کہ آپ اہم اعلانات کو سنوانے کے لئے اپنے کسی نسبی اور خاندانی رشتہ دار کو بھیج دیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے کو پسند فرمایا ۔ اور حضرت علی رضؓ کو بھیج دیا ۔ حضرت علی ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے جا ملے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دریافت فرمایا آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور حضرت علی رضؓ نے عرض کیا ۔ میں مامور بن کر آیا ہوں اور یہ کہ حضورؐ کی جانب سے دئے گئے اعلانات میں کروں گا ۔ تاکہ معلوم ہو کہ احکام اور اعلان سنانے والا نبیؐ کے گھرانے کا فرد ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے ۔ اور بارگاہ نبوت میں حاضر خدمت ہو کر مزید اطمینان حاصل کیا ۔

تو بات یہ ہے کہ معاہدات اور اہم قومی معاملات میں خاندانی افراد کو ترجیح دینا ایک اصولی بات ہے ۔ حضرت عباس رضؓ چونکہ ایک خاندانی بزرگ تھے گو مسلمان نہ تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤید ضرور تھے ۔ معاہدہ کے استحکام کے خواہاں تھے ۔ اور ان کی شرکت سے عام عرف اور وہاں کے معروف طریقہ کے مطابق معاہدہ کو استحکام حاصل ہونا یقینی تھا ۔

درجہ و رتبہ اور قدر و منزلت کے لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کو جو عظمت و منزلت حاصل ہے یقیناً اس میں کوئی دوسرا ان کا ساجھی نہیں ۔ مگر عصبہ اور خاندانی بزرگ ہونے کی حیثیت سے عرب کے عام اصول اور قاعدہ کی رو سے بیعت عقبہ کے معاہدہ میں شرکت کا حق حضرت عباس ہی کو حاصل تھا ۔ اس سے نہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے رتبہ و مقام میں کوئی فرق آیا اور نہ یہ ان کی توہین ہے ۔ اس کو ایک دوسری مثال سے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ رتبہ اور قدر و منزلت کے لحاظ سے جو مقام کسی ملک کے نائب صدر یا فوجی سربراہ چیف آف سٹاف کو حاصل ہوتا ہے وہ ملک کے صدر کے کسی خاندانی عزیز یا بیٹے کو حاصل نہیں ہوتا ۔ لیکن صدر کے خاندانی امور ، معاہدات اور اہم معاملات میں جو تقرب اور اہمیت اس کے اپنے بیٹے کو حاصل ہوتی ہے وہ ملک کے نائب صدر یا فوجی سربراہ چیف آف سٹاف کو حاصل نہیں ہوتی ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ علی الترتیب حضورؐ کے بعد اول ، دوم شخصیتوں کے مالک ہیں اس میں بیشک ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ۔ لیکن معاہدے کے لئے جو خاندانی تقرب اور عصباتی قربتیں حضرت عباس کو حاصل ہیں ۔ اس میں حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق شریک نہیں ہو سکتے تو حضرت عباس ایک خاندانی بزرگ اور عصبہ کی حیثیت سے معاہدہ اور بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک رہے جس سے معاہدہ کو مزید استحکام حاصل ہوا ۔ یہی بات قرین قیاس بھی ہے ۔ اور عقل و نقل کے معیار کے ساتھ موافق بھی ۔